38

تحریک جدید سال نہم کا آغاز

(فرمودہ 27 نومبر 1942ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"احباب کو معلوم ہے کہ مجھے قریباً بیس دنوں سے نقرس کا پاؤں میں شدید دورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ تین چار دنوں سے اس میں بہت کچھ تخفیف ہو چکی ہے اور کل سے کسی قدر پاؤں بھی زمین پر رکھا جانے لگا تھا لیکن بہر حال چونکہ مَیں چل نہیں سکتا تھا اور چلنا تو کُجا بیٹھنا بھی میرے لئے کچھ دن قریباً ناممکن تھا۔ سوائے اس کے کہ تکیہ لگا کر اور سہارا لے کر بیٹھوں۔ اس لئے پہلے تو مَیں نے یہ ارادہ کیا کہ اب جو تحریک جدید سال نہم کے اعلان کا وقت آیا ہے تو مَیں ایک مضمون لکھ کر اس کا اعلان کر دوں۔ لیکن پھر میرے ذہن میں بعض تاریخی واقعات اس قسم کے آئے کہ بعض جرنیلوں نے میدانِ جنگ میں نقرس کے درد کی حالت میں فوجوں کی کمان کی ہے اور پالکیوں میں لیٹے لیٹے لوگوں کو احکام دیئے اور فتوحات حاصل کی ہیں۔ پس میرے دل نے کہا کہ گو یہ ایک تکلیف دِہ امر ہے کہ انسان دوسروں کے کندھوں پر چڑھ کر آئے اور بظاہر یہ ایک معیوب سا فعل معلوم ہوتا ہے لیکن بہر حال جبکہ ہمارا مقابلہ بھی دشمن سے ایک جنگ کے رنگ میں ہی ہے اگرچہ یہ جسمانی نہیں بلکہ روحانی جنگ ہے اور پہلے انبیاء نے بھی کہا ہے کہ آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ کے فرشتوں اور شیطان کی آخری جنگ ہو گی تو کوئی وجہ نہیں کہ اگر دنیوی جنگیں نقرس کے حملہ میں پالکیوں میں بیٹھ کر لڑی گئی ہیں تو مَیں بھی اسی رنگ میں شامل نہ ہوں۔ چنانچہ مَیں نے فیصلہ کیا کہ اس تکلیف کے باوجود مَیں خود

جمعہ کے لئے جاؤں اور تحریک جدید کے نئے سال کے لئے اسی رنگ میں تحریک کروں جیسے گزشتہ سالوں میں مَیں ہمیشہ تحریک کرتا چلا آیا ہوں۔

مَیں نے پہلے بھی کئی دفعہ بیان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا اس معاملہ میں میرے ساتھ ایسے معجزانہ رنگ میں سلوک ہوتا ہے کہ مَیں اسے دیکھ کر حیران ہو جاتا ہوں۔ مَیں نے بتایا ہے کہ کل میرا پیر زمین پر لگنے لگ گیا تھا اور مَیں چند قدم چلا بھی تھا۔ اس بات کے امتحان کے لئے کہ مَیں جمعہ میں جا سکتا ہوں یا نہیں مگر شام کے وقت ایک نئی جگہ میں درد شروع ہو گیا اور مَیں نے سمجھا کہ اب ظاہری تدبیریں چارۂ کار نہیں ہو سکتیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہی دعا کرنی چاہئے چنانچہ مَیں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اب جو مَیں آنے کے لئے اٹھا تو مَیں یہ تو نہیں کہتا کہ درد بالکل جاتا رہا ہے مگر جب یہاں آنے کے لئے مَیں نے اپنے پاؤں کو زمین پر رکھا۔ تو زمین پر ٹکے ہوئے پیروں میں کچھ دیر تک درد محسوس نہیں ہوا جس سے مَیں نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرض کا اس حد تک ازالہ کر دیا ہے کہ میرے لئے اب وہ تکلیف دِہ نہیں رہا۔

اس کے بعد مَیں تمام دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ سال ہشتم کی تحریک کے اعلان پر ایک سال گزر گیا اور اب سال نہم کی تحریک کا وقت آ گیا ہے۔ اس لئے مَیں ان تمام احباب کو جو قادیان میں موجود ہیں یا قادیان سے باہر ہیں۔ ہندوستان میں یا ہندوستان سے باہر ہیں۔ ہر اس شخص کو جو احمدی کہلاتا ہے یا ابھی اس کو علی الاعلان جماعت میں شامل ہونے کی توفیق تو نہیں ملی مگر اس کے دل میں احمدیت کی سچائی گھر کر چکی ہے، توجہ دلاتا ہوں کہ اب نواں سال تحریک جدید کا شروع ہو گیا ہے۔ پس تمام ایسے لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اس امر کی توفیق عطا فرمائی ہے کہ وہ مقررہ شرائط کے مطابق حصہ لے سکیں مَیں انہیں اس تحریک میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ایسے نشانات ظاہر کئے ہیں اور دنیا میں ایسے تغیرات پیدا کرنے شروع کر دیئے ہیں کہ ان کا اندازہ اور قیاس بھی اس سے پہلے نہیں ہو سکتا تھا۔ پہلی جنگ جب ختم ہوئی تو اس کے بعد لوگ مذہب سے اَور بھی بیگانہ ہو گئے تھے اور اس جنگ کا ان طبیعتوں پر یہ اثر پڑا تھا کہ اگر انسانی زندگی اتنی ہی محدود ہے اور اگر ہماری جانیں اتنے ہی خطرہ میں ہیں تو ہم اپنی زندگی کے اس تھوڑے سے

عرصہ کو کیوں نہ زیادہ سے زیادہ خوشی میں گزاریں اور کیوں نہ عیش اور آرام میں اپنی عمر کے دن بسر کریں۔ چنانچہ پہلی جنگ کے بعد ناچ اور گانے اور رنگ رلیوں کی اتنی کثرت ہو گئی کہ دنیا ان کے بوجھ سے دب گئی اور گناہوں کی فریاد آسمان پر پہنچ کر خدا تعالیٰ کے عرش کو ہلانے لگ گئی۔ لوگ بجائے اس کے کہ اس جنگ سے یہ سبق حاصل کرتے کہ ہم ہر وقت خدا تعالیٰ کے غضب اور اس کی گرفت کے نیچے ہیں اور اس کے فضل کے بغیر زندگی کا آرام اور راحت سے بسر ہونا ناممکن ہے۔ انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ہم اپنی محدود عمر کو کیوں نہ زیادہ سے زیادہ راحت اور آرام میں بسر کریں اور کیوں نہ زیادہ سے زیادہ خوشی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ خوشی تو پہلے بھی یورپ کرتا تھا، خوشی تو پہلے بھی امریکہ کرتا تھا، اسی طرح ناچ اور گانوں میں پہلے بھی یورپ شامل ہوتا تھا اور پہلے بھی امریکہ ناچ گانوں میں شامل ہوتا تھا مگر جنگ کے بعد ایک طرف ریڈیو کی ایجاد کی وجہ سے اور دوسری طرف خیالات میں تغیر پیدا ہونے کی وجہ سے کہ خواہ مخواہ روپیہ سنبھال کر رکھنے کا کیا فائدہ ہے۔ ایک جنگ میں ہی کس قدر بربادی ہو گئی ہے۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ خوشی میں اپنی زندگی بسر کرنی چاہئے۔ لوگوں نے پہلے سے سینکڑوں گنا زیادہ ان چیزوں میں دلچسپی لینی شروع کر دی۔ چنانچہ وہی چیزیں جن کو پہلے عیاشی سمجھا جاتا تھا جنگ کے بعد ان کو ضروریات زندگی میں شامل کر لیا گیا اور یہ سمجھ لیا گیا کہ ان کے بغیر خوشی اور آرام حاصل نہیں ہو سکتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قلیل عرصہ کے اندر اندر دوبارہ ایک ہولناک جنگ برپا کر دی۔ چنانچہ پہلی جنگ پر ابھی بیس سال بھی نہیں گزرے تھے کہ یہ جنگ شروع ہو گئی۔ پہلی جنگ اکتوبر 1919ء میں ختم ہوئی تھی اور ستمبر 1939ء میں اب دوسری جنگ شروع ہو گئی۔ گویا 19 سال کے عرصہ کے اندر اندر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بتا دیا کہ اس طریقِ زندگی کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔ یہ امن کی جھوٹی تحریک جو دنیا میں جاری کی گئی تھی۔ یہ عیاشی کی جھوٹی تحریک جو دنیا میں جاری کی گئی تھی۔ انیس سال بھی دنیا میں امن قائم نہ کر سکی اور پھر ساری دنیا ایک بہت بڑی جنگ میں مبتلا ہو گئی۔ خوشی اور امن حاصل کرنے کی پہلی تحریکیں بھی ناقص تھیں مگر پھر بھی ان میں سے کوئی تحریک پچاس سال تک چلی اور کوئی ساٹھ سال تک چلی مگر یہ تحریک انیس سال بھی نہ جا سکی اور اب دنیا

ایک ایسی جنگ میں سے گزر رہی ہے کہ پہلی جنگ اس کے مقابلہ میں بالکل بچوں کا کھیل نظر آتی ہے۔ جیسے پہلے غلیلوں سے لڑائی کی جاتی تھی اور پھر رائفلوں سے جنگ شروع ہو گئی۔ ویسا ہی فرق 1919ء اور 1939ء کی جنگ میں ہے۔ وہ جنگ اس کے مقابلہ میں بالکل ایسی نظر آتی ہے جیسے غلیلوں کی لڑائی ہوتی ہے۔ جتنے بم اس وقت ایک سال میں گرائے جاتے تھے اتنے بم اس جنگ میں بعض دفعہ ایک دن میں ایک جگہ پر گرا دیئے جاتے ہیں۔ جس گولہ باری پر پہلی جنگ میں مہینوں لگ جاتے تھے اور مہینوں کے بعد گولہ باری کی وجہ سے راستہ ملنا ناممکن ہوتا تھا۔ اب موجودہ جنگ میں چند گھنٹوں کے اندر اندر اتنی گولہ باری کر دی جاتی ہے کہ چاروں طرف رستے بند ہو جاتے ہیں اور لاشوں اور ٹوٹی پھوٹی عمارتوں کے سوا اَور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ پھر کُجا تو وہ دن تھا کہ ہوائی جہاز میں دو یا تین آدمی بیٹھ سکتے تھے اور اگر ایک ہوائی جہاز اڑانے والا ہوتا تھا تو وہ اپنے ساتھ صرف پانچ من گولوں کا بوجھ لے کر ایک مقام سے دوسرے مقام تک جا سکتا تھا اور کُجا یہ دن ہے کہ آج دس دس بیس بیس ہزار پونڈ کے گولے ایک ہوائی جہاز اٹھا لیتا ہے اور ایک ایک ہوائی حملہ میں چار چار ہزار ٹن یعنی سوا لاکھ من کے بم ایک شہر پر پھینک دیئے جاتے ہیں۔ اس سے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ یہ جنگ پہلی جنگ کے مقابلہ میں کس قدر تباہ کن اور برباد کرنے والی ہے۔ پھر تم اس جنگ کی ہولناکی کا اس امر سے بھی اندازہ لگا سکتے ہو کہ آج سے پانچ مہینے پہلے جرمنی کے ایک شہر کولون پر بمباری کی گئی تھی۔ ابھی پچھلے دنوں سویڈن کا ایک اخبار نویس وہاں گیا اور اس نے وہاں سے واپس آکر اخبارات میں شائع کرایا کہ مَیں ابھی ابھی کولون کو دیکھ کر واپس آ رہا ہوں۔ باوجود اس کے کہ پانچ مہینے گزر چکے ہیں ابھی تک کولون کی گلیوں میں سے ملبہ تک اٹھایا نہیں جا سکا اور شہر کی تمام آبادی کو ملک کے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ پھر وہ لکھتا ہے کولون اس قدر تباہ ہو چکا ہے کہ اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ شہر جو کولون ہے بلکہ تمہیں یہ کہنا چاہئے کہ وہ شہر جو کبھی کولون ہؤا کرتا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں بھی یہی بتایا گیا تھا "ان شہروں کو دیکھ کر رونا آئے گا"[1] کئی دوست بیان کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وقت لوگ یہ نہیں کہیں گے کہ فلاں شہر ہے بلکہ یہ کہیں گے کہ فلاں شہر ہؤا کرتا تھا۔

بعینہٖ یہی الفاظ اس اخبار نویس نے لکھے ہیں۔ بعض راویوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لاہور کا نام لیا اور فرمایا مثلاً لاہور ہے۔[2] لوگ یہ نہیں کہیں گے کہ لاہور شہر ہے بلکہ یہ کہیں گے لاہور جو کبھی شہر ہوا کرتا تھا۔ کولون لاہور سے بڑا ہی ہے چھوٹا نہیں مگر وہ اخبار نویس لکھتا ہے کولون اب ایسی حالت میں ہے کہ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کولون ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ کولون جو کبھی شہر ہوا کرتا تھا حالانکہ اس پر صرف چند گھنٹے بمباری ہوئی تھی مگر چند گھنٹوں میں ہی وہ شہر مٹی کا ڈھیر بن گیا۔ تم جانتے ہو کہ اگر ایک گولی بھی کہیں سے گزر جاتی ہے تو کس طرح سن سن کی آواز اس سے پیدا ہوتی ہے حالانکہ وہ صرف اڑھائی تین تولے کی ہوتی ہے لیکن اس جنگ میں سوا سوا لاکھ من بارود بعض دفعہ چند گھنٹوں میں ایک شہر پر پھینک دیا جاتا ہے اور وہ اس طرح برباد ہو جاتا ہے کہ لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں شہر ہے بلکہ انہیں کہنا پڑتا ہے کہ فلاں شہر جو کبھی ہوا کرتا تھا۔ تو آج دنیا میں ایسے خطرناک حالات پیدا ہو چکے ہیں کہ اس جنگ کے مقابلہ میں پہلی جنگ کی کوئی نسبت ہی نہیں رہی۔

پس مَیں سمجھتا ہوں اس جنگ کا نتیجہ یہ نہیں ہو گا کہ مذہب سے لوگ اور زیادہ بیزار ہو جائیں بلکہ اس جنگ کے نتیجہ میں مذہب سے لگاؤ اور اُنس پیدا ہو جائے گا اور لامذہبیت جو لوگوں کے قلوب میں پائی جاتی ہے وہ جاتی رہے گی چنانچہ ابھی سے اس قسم کی آوازیں اٹھنی شروع ہو گئی ہیں کہ یہ خمیازہ درحقیقت مذہب سے دور ہو جانے کا ہے۔ گو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس چیز کو وہ لوگ مذہب سمجھتے ہیں وہ اور ہے اور جس چیز کو ہم مذہب سمجھتے ہیں وہ اَور ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مذہب خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کا نام ہے مگر وہ سمجھتے ہیں کہ کسی نظام کی خواہ وہ اخلاقی نظام ہی کیوں نہ ہو فرمانبرداری کرنا مذہب ہے۔ گویا ہم خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کا نام مذہب رکھتے ہیں اور وہ کسی اخلاقی نظام کی فرمانبرداری کا نام مذہب رکھتے ہیں اور چونکہ ہر اخلاقی نظام خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہونا ضروری نہیں اس لئے وہ اپنی قوم کی ترقی کے لئے جو بات بھی ضروری سمجھتے ہیں اسے وہ اس نظام میں شامل کر لیتے ہیں۔ ابھی مولوی جلال الدین صاحب شمس کا تار آیا ہے کہ انگلستان کے بڑے بڑے پادریوں نے فیصلہ کیا ہے کہ انجیل میں تو کہا گیا ہے کہ عورت کو ننگے سر گرجا میں نہیں جانا چاہیئے۔[3] ہم اس کے باوجود یہ حکم دیتے ہیں کہ اگر عورتیں

گرجا میں ننگے سر آجائیں تو یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہو سکتی۔ پادریوں کا یہ فیصلہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے مشہور ہے کہ کسی پٹھان نے ایک دفعہ حدیث میں پڑھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور آپ نے نماز میں ہی تھوڑا سا ہل کر دروازہ کھول دیا یا یہ حدیث تھی کہ آپ نے نماز میں حضرت حسن کو گود میں اٹھالیا اور سجدہ کے وقت اتار دیا۔ یہ ایک اسلامی مسئلہ ہے اور اسلام نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ ضرورت کے وقت انسان نماز کے وقت بچہ کو اٹھا یا رکھ سکتا ہے یا اشد ضرورت پر قبلہ کی طرف مُنہ رکھتے ہوئے دروازہ کھول سکتا ہے۔ اسی طرح سانپ یا بچھو نکل آئے تو نماز کی حالت میں ہی اس کو مار ڈالنا جائز ہے مگر فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ نماز کی حالت میں اگر تھوڑی سی حرکت بھی کی جائے تو وہ ناجائز ہوتی ہے حالانکہ فقہاء کی مراد اس سے یہ تھی کہ وہ حرکت جو بلاوجہ ہو حالت نماز میں جائز نہیں ہوتی۔ یہ مطلب نہیں تھا کہ ضرورت پر بھی نماز میں حرکت کرنی جائز نہیں۔ پٹھانوں نے چونکہ کنز☆ بہت پڑھی ہوئی ہوتی ہے اور وہ انہیں حفظ ہوتی ہے اس لئے یہ مسئلہ اس پٹھان کو خوب یاد تھا۔ ایک دن وہ حدیث پڑھ رہا تھا کہ اس میں یہ ذکر آگیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت نماز میں دروازہ کھول دیا۔ یا یہ ذکر تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ نماز کی حالت میں ہی حضرت امام حسنؓ یا حضرت امام حسینؓ کو اٹھالیا۔ جس وقت آپ سجدہ کے لئے جاتے تو انہیں اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو پھر انہیں اٹھالیتے۔[4] جونہی اس نے آپ کی اس حرکت کا حدیث میں ذکر پڑھا تو وہ کہنے لگا خو محمد صاحب کا نماز ٹوٹ گیا۔ کنز میں لکھا ہے آج ہم اس بات پر ہنستے ہیں اور واقع میں یہ ہنسی کے قابل بات ہے کیونکہ مذہب کو خدا نے نازل کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے احکام کی اپنے عمل سے تفسیر و توضیح کی یا ان کو علم لدنی عطا فرما کر حکم دیا کہ وہ مذہبی احکام کی تشریح لوگوں کے سامنے کر دیں۔ کنز والا تو آپ کی جوتیاں اٹھانے والا اور آپ کی باتوں کا کاتب تھا اور کاتب فیصلہ نہیں کیا کرتا بلکہ مضمون لکھنے والے کا کام ہوتا ہے کہ وہ مسائل کے متعلق فیصلہ کرے۔ کنز والے کی ساری عزت اس بات میں تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اس کی صحیح صحیح تشریح لوگوں تک پہنچا دے۔ اسی طرح حدیثیں جمع کرنے والوں کی

☆ کنز الدقائق

ساری عزت اس بات میں تھی کہ جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انہیں معلوم ہوا ہے۔ اسے صحیح صحیح لوگوں تک پہنچادیں۔ پس یہ کہنا کہ کنز میں چونکہ فلاں بات لکھی ہے اس لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نَعُوْذُ بِاللّٰہ باطل ہو گیا، بالکل لغو بات ہے اور ویسی ہی لغو بات ان لاٹ پادریوں کی ہے کہ گو انجیل میں یہ لکھا ہے کہ عورت کو گرجا میں ننگے سر نہیں آنا چاہئے مگر ہم جو لاٹ پادری ہیں حکم دیتے ہیں کہ عورتیں ننگے سر بھی گرجا میں آسکتی ہیں۔ ایسے لوگوں سے کیا تعجب ہے کہ کل کو وہ یہ کہہ دیں کہ گو خدا نے فلاں حکم دیا ہے مگر ہم جو لاٹ پادری ہیں حکم دیتے ہیں کہ اس کی خلاف ورزی میں کوئی حرج نہیں۔ بہر حال اس سے اتنی بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ ان میں مذہب کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ عورتوں نے کہا ہو گا کہ ہمیں مذہب سے دلچسپی ہے اور ہم گرجا میں جانا چاہتی ہیں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم سر ڈھانک کر جائیں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ تم گرجا میں آجایا کرو، سر بے شک نہ ڈھانکو مگر یہ سلسلہ نہایت خطرناک ہے۔ ممکن ہے کل وہ کہہ دیں کہ ہم گرجا میں تو آنا چاہتی ہیں مگر اپنی چھاتی ننگی رکھیں گی یا بعض کہہ دیں کہ ہم گھٹنوں تک اپنے جسم کو ننگا رکھنا چاہتی ہیں یا بعض کہہ دیں کہ ہم ایسا لباس پہن کر آنا چاہتی ہیں جس سے ہمارا تمام جسم لوگوں کو نظر آئے۔ اس پر وہ لاٹ پادری پھر یہی کہہ دیں گے کہ بہت اچھا۔ یہی سہی۔ انجیل میں بے شک اس کے خلاف لکھا ہے مگر ہم جو لاٹ پادری ہیں فیصلہ کرتے ہیں کہ عورتیں اپنی چھاتی کو ننگا رکھ کر یا گھٹنوں تک ٹانگوں کو ننگا رکھ کر یا ایسا لباس پہن کر جس سے تمام جسم نظر آئے گرجا میں آسکتی ہیں۔

پس یہ بات ہے تو بالکل لغو اور ہنسی کے قابل مگر بہر حال اس سے اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ عیسائی عورتوں کے دلوں میں گرجا جانے کی تحریک زور پکڑ رہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے سامان پیدا کرنے شروع کر دیئے ہیں اور جب لوگوں کے دلوں میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ انہیں مذہب اور اخلاق کی طرف توجہ کرنی چاہئے تو اس وقت ان کے کانوں تک مذہبی باتیں پہنچانا بہت آسان ہوتا ہے۔ فرض کرو ہمارے پاس کوئی اخلاق کی کتاب ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ لوگ اسے پڑھیں اور اس کی باتوں پر عمل کریں تو ہم ہر دروازہ پر جائیں گے، اسے کھٹکھٹائیں گے اور لوگوں سے کہیں گے کہ یہ اخلاق کے متعلق ایک مفید

کتاب ہے۔ اسے آپ پڑھیں اور اس پر عمل کریں لیکن اگر لوگوں کو اخلاق کی طرف توجہ نہیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم جب دروازوں پر دستک دیں گے اور لوگ باہر آئیں گے تو وہ کہیں گے نہیں اس کتاب کی ضرورت نہیں اور ہم ناکام واپس آجائیں گے۔ ایسی صورت میں ہماری کوشش کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا اور اگر ہم ہر شخص کو بتانے لگیں کہ اخلاق کی کیا ضرورت ہے تو یہ اتنا لمبا کام ہوگا جس کا ختم کرنا آسان نہیں ہوگا لیکن فرض کرو۔ لوگوں کے قلوب کی یہ حالت ہے کہ وہ اخلاق کی طرف متوجہ ہیں اور اخلاق کی اہمیت اور اس کی ضرورت کو سمجھتے ہیں تو ایسی حالت میں خواہ کوئی ہندو اخلاق کی کتاب لے جائے، خواہ کوئی سکھ اخلاق کی کتاب لے جائے، وہ کوئی نہ کوئی صفحہ نکال کر پڑھ لیں گے اور اس طرح لوگوں تک اپنے خیالات کے پہنچانے میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔ اس وقت دنیا کی یہی حالت ہے۔ وہ یورپ جو اخلاق کی طرف توجہ کرنے کے لئے تیار نہیں تھا اس کے کانوں تک اپنے خیالات کا پہنچانا ہمارے لئے سخت مشکل تھا مگر وہ یورپ جو اخلاق کی طرف توجہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ اس یورپ تک ہم اپنے خیالات کو آسانی کے ساتھ پہنچا سکتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ یورپ پہلے یورپ سے مختلف ہوگا۔ پہلا یورپ ہماری باتوں کو سنتا اور پھر ہماری پیٹھ پر تھپکی دے کر کہتا تھا کہ تمہاری باتیں بہت اچھی ہیں مگر جب ہم واپس آجاتے تھے تو وہ کہتا تھا یہ بے وقوف لوگ ہیں جو اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ مگر یہ یورپ ہماری پیٹھ پر تھپکی نہیں دے گا بلکہ وہ ہماری باتوں کو سنے گا، سنجیدگی سے سنے گا اور پھر ہمارے مُنہ پر تھپڑ مار کر کہے گا کہ مَیں عیسائی ہوں۔ کیا تم مجھے عیسائیت کے عقائد سے منحرف کرنے کے لئے آئے ہو۔ مَیں تمہارے فریب میں نہیں آسکتا۔ جب تک اس قسم کا تھپڑ مارنے والا یورپ پیدا نہ ہو جائے۔ اس وقت تک نہ انہیں مذہب کی طرف توجہ پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ہم اپنی مذہبی باتیں ان سے منوا سکتے ہیں۔ ہمیں وہ تھپکیاں منظور نہیں جو لامذہب یورپ ہمیں دیتا تھا۔ ہمیں وہ تھپڑ منظور ہیں جو ایسے انسان کی طرف سے ہوں گے جو مذہب کی اہمیت کو سمجھنے لگا ہے اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی خواہش اس کے دل میں پیدا ہو گئی ہے۔ پھر ان میں سے بھی لاکھوں ایسے ہوں گے جو کہیں گے کہ ہم خدا کو تو مانتے ہیں مگر ہم نے ابھی یہ فیصلہ نہیں کیا کہ ہم کون سے مذہب کو اختیار کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی

تختیاں صاف ہوں گی اور ایسے ہی لوگوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام فرمایا کرتے تھے کہ جن لوگوں کے دل کی تختیاں صاف ہوں ان پر لکھنا آسان ہوتا ہے۔ ایسے لوگ جو لاکھوں کی تعداد میں ہوں گے جن کے دلوں میں خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی خواہش تو ہوگی مگر انہوں نے یہ فیصلہ نہیں کیا ہوگا کہ وہ کون سے مذہب کو اختیار کریں۔ وہ بھی ہمارے لئے بہت مفید ثابت ہوں گے۔ غرض ان تمام لوگوں تک پہنچنے کے لئے ہمیں آدمیوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں روپیہ کی ضرورت ہے، ہمیں عزم اور استقلال کی ضرورت ہے اور ہمیں ان دعاؤں کی ضرورت ہے جو خدا تعالیٰ کے عرش کو ہلا دیں اور انہی چیزوں کے مجموعہ کا نام تحریک جدید ہے۔ تحریک جدید کو اس لئے جاری کیا گیا ہے تا کہ اس کے ذریعہ ہمارے پاس ایسی رقم جمع ہو جائے جس سے خدا تعالیٰ کے نام کو دنیا کے کناروں تک آسانی اور سہولت سے پہنچا دیا جائے۔ تحریک جدید کو اس لئے جاری کیا گیا ہے تا کہ کچھ افراد ایسے میسر آجائیں جو اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے وقف کر دیں اور اپنی عمریں اسی کام میں لگا دیں۔ تحریک جدید کو اس لئے جاری کیا گیا ہے تا کہ وہ عزم اور استقلال ہماری جماعت میں پیدا ہو جو کام کرنے والی جماعتوں کے اندر پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ ہاتھ سے کام کرنے کی نصیحت، سینما سے بچنے کی نصیحت اور سادہ زندگی اختیار کرنے کی نصیحت اسی لئے کی گئی ہے کہ کوئی شخص بڑے کام نہیں کر سکتا۔ جب تک بڑے کاموں کی صلاحیت اس میں پیدا نہ ہو اور بڑے کاموں کی صلاحیت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک انسان تکلیفیں برداشت کرنے کا عادی نہ بن جائے۔ جب تک جماعت کے افراد ایک حد تک تکلیفیں برداشت کرنے کے عادی نہیں ہوں گے اس وقت تک وہ کسی بڑی قربانی کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ ہر اونچی سیڑھی پر چڑھنے کے لئے پہلے نیچی سیڑھی پر قدم رکھنا ضروری ہوتا ہے اور جب تک کوئی شخص نیچے کی سیڑھی پر قدم نہیں رکھتا اس وقت تک وہ بلندی پر نہیں پہنچ سکتا۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ تم میں سے ہر شخص کو یورپ جانا پڑے گا، مَیں یہ نہیں کہتا کہ تم میں سے ہر شخص کو امریکہ جانا پڑے گا، مَیں یہ نہیں کہتا کہ تم میں سے ہر شخص کو جاپان جانا پڑے گا، مَیں یہ نہیں کہتا کہ مَیں تم میں سے ہر شخص کو کہوں گا کہ وہ ایسا کرے مگر آخر یورپ اور امریکہ اور جاپان کچھ نہ کچھ آدمی

ضرور بھیجنے پڑیں گے اور انہیں اپنی ساری زندگی اس غرض کے لئے وقف کرنی پڑے گی مگروہ اپنے ماحول کو نہیں بدل سکتے۔ تم یہ تو کر سکتے ہو کہ سنگترے کی شاخ پر مالٹے کا پیوند لگا دو یا کھٹے کی شاخ پر مالٹے کا پیوند لگا دو مگر تم یہ نہیں کر سکتے کہ تم آم کی شاخ پر مالٹے کا پیوند لگا دو یا مالٹے کی شاخ پر آم کا پیوند لگا دو۔ اسی طرح تم یہ تو کر سکتے ہو کہ باقی ساری جماعت تھوڑی قربانی کر رہی ہو اور کچھ لوگ ایسے ہو رہے ہوں جو زیادہ قربانی کر رہے ہوں مگر تم یہ نہیں کر سکتے کہ باقی ساری جماعت عیش کر رہی ہو اور چند لوگ انتہا درجہ کی قربانی کر رہے ہوں۔ اگر تم ایسا خیال کرو تو یہ ایسی ہی بات ہو گی جیسے کوئی کھٹے پر آم کا پیوند لگا دے یا آم پر مالٹے کا پیوند لگا دے۔ اگر ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ دنیا میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں جو ہمارے حکم پر آگ میں کودنے کے لئے تیار ہوں تو ہمیں اپنی تمام جماعت کو تنور کے پاس لاکر بٹھا دینا پڑے گا۔ اگر ساری جماعت تنور کے پاس بیٹھی ہوئی ہو اور اس کی گرمی اسے جھلس رہی ہو تو چند لوگ ایسے بھی پیدا ہو سکتے ہیں جو اس تنور میں کود پڑیں اور حکم ملنے پر آگ میں چھلانگ لگا دیں۔ مگر تم یہ نہیں کر سکتے کہ باقی ساری جماعت تو باغ میں آرام کر رہی ہو اور کچھ لوگ آگ میں کود جانے کے لئے تیار ہوں۔ مَیں یہ مانتا ہوں کہ تم سب کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ تنور میں کود جائیں مگر تم میں سے بعض کو آگ میں کُودنے پر تیار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تم سب کو تنور کے اردگرد لاکر بٹھا دیا جائے کیونکہ اگر ہم نے بعض سے تنور میں چھلانگ لگوانی ہے۔ اگر ہم بعض سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے حکم پر آگ میں کُود جائیں گے تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم سب کو تنور کے پاس لاکر بٹھا دیں اور اس بات کی ذرا بھی پروا نہ کریں کہ تنور کی گرمی ان کے جسم کو پہنچتی ہے۔ پس جہاں تحریک جدید کی غرض جماعت کے اندر سادہ زندگی کی روح پیدا کرنا اور اسلامی تمدن کا صحیح شعور پیدا کرنا ہے۔ وہاں تحریک جدید کی ایک اہم ترین غرض یہ بھی ہے کہ سب لوگوں کو تنور کے پاس لاکر بٹھا دیا جائے تاکہ ضرورت پر اس میں ایسے لوگ پیدا ہوتے چلے جائیں جو حکم کے ملتے ہی اس تنور میں کود جائیں اور اپنی جان کو سلسلہ اور اسلام کے لئے قربان کر دیں۔ اگر سب لوگ تنور کے اردگرد نہیں بیٹھیں گے تو چند لوگ بھی تنور میں کودنے کے لئے میسر نہیں آسکیں گے۔ یہ خدائی قانون ہے جو قوم کی ترقی کی

حالت میں بھی جاری رہتا ہے اور اس کے زوال کی حالت میں بھی جاری رہتا ہے۔ خوشی میں بھی جاری رہتا ہے اور غمی میں بھی جاری رہتا ہے کہ جب لوگ کسی کو کوئی بڑا کام کرتا دیکھتے ہیں تو انہیں اس سے انس پیدا ہو جاتا ہے اور اس وقت ان کے دلوں میں ایسا جوش پیدا ہوتا ہے کہ ان کی کمزوریاں چھپ جاتی ہیں، ان کی بے استقلالی جاتی رہتی ہے اور وہ بھی بڑے سے بڑے کام کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ تم اگر گھروں پر جاؤ اور لوگوں کو ان کے مکانوں سے نکال کر کہو کہ فلاں جگہ ایک شخص ڈوب رہا ہے اسے چل کر بچاؤ تو تم کئی تیرنے والوں کو بھی اس کی جان بچانے کے لئے آمادہ نہیں کر سکو گے۔ لیکن تالاب یا نہر یا دریا پر جو لوگ کھڑے ہوں اور اپنی آنکھوں سے کسی کو ڈوبتا دیکھ رہے ہوں ان میں سے ایسے لوگ بھی دوسرے کو بچانے کے لئے دریا میں چھلانگ لگا دیتے ہیں جو خود تیرنا نہیں جانتے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو تیرنا نہیں جانتے تھے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ کوئی شخص ڈوبنے لگا ہے تو یکدم ان کی طبیعت میں ایسا جوش پیدا ہوا کہ وہ بھی کود گئے اور انہوں نے اپنی جان کی پرواہ نہ کی کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے ایک نظارہ دیکھا اور ان کے لئے یہ برداشت کرنا مشکل ہو گیا کہ وہ تو کنارے پر کھڑے رہیں اور کوئی اَور شخص ان کے دیکھتے دیکھتے ڈوب جائے۔ مَیں سمجھتا ہوں تم میں سے بھی ہر شخص نے اس قسم کے نظارے دیکھے ہوں گے۔ اسی طرح مَیں نے دیکھا ہے بعض دفعہ ایک جگہ آگ لگی ہوئی ہوتی ہے مگر ایک اَور شخص اس آگ میں بے دھڑک کود جاتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ مَیں کچھ نہ کچھ سامان نکال کر لے آؤں گا حالانکہ اگر کسی دوسرے گاؤں سے لوگوں کو مدد کے لئے بلایا جائے اور یہ کہا جائے کہ فلاں جگہ آگ لگی ہوئی ہے، اسے چل کر بجھاؤ تو کئی لوگ بہانے بنانے لگ جائیں گے۔ کوئی کہے گا میرے سر میں درد ہے اور کوئی کہے گا میرے پیٹ میں درد ہے لیکن جو لوگ آگ کے کنارے کھڑے ہوں وہ برداشت نہیں کر سکتے اور ان میں سے کئی آگ میں کود جاتے ہیں۔ تو تحریک جدید سے میری غرض جماعت میں صرف سادہ زندگی کی عادت پیدا کرنا نہیں بلکہ میری غرض انہیں قربانیوں کے تنور کے پاس کھڑا کرنا ہے تاکہ جب ان کی آنکھوں کے سامنے بعض لوگ اس آگ میں کود جائیں تو ان کے دلوں میں بھی آگ میں کودنے کے

لئے جوش پیدا ہو اور وہ بھی اس جوش سے کام لے کر آگ میں کود جائیں اور اپنی جانوں کو اسلام اور احمدیت کے لئے قربان کر دیں۔ اگر ہم اپنی جماعت کے لوگوں کو اس بات کی اجازت دے دیتے کہ وہ باغوں میں آرام سے بیٹھے رہیں تو وہ گرمی میں کام کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتے اور بزدلوں کی طرح پیچھے ہٹ کر بیٹھ جاتے۔ مگر اب جماعت کے تمام افراد کو قربانیوں کے تنور کے قریب کھڑا کر دیا گیا ہے تاکہ جب ان سے قربانیوں کا مطالبہ کیا جائے تو وہ اپنی جان کو قربان کرتے ہوئے آگ میں کود جائیں۔ چنانچہ جب قربانی کا وقت آئے گا اس وقت یہ سوال نہیں رہے گا کہ کوئی مبلغ کب واپس آئے گا۔ اس وقت واپسی کا سوال بالکل عبث ہو گا۔ دیکھ لو عیسائیوں نے جب تبلیغ کی تو اسی رنگ میں کی۔ تاریخوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی حواری یا کوئی اَور شخص کسی علاقہ میں تبلیغ کے لئے گیا تو پھر یہ نہیں ہوا کہ وہ واپس آ گیا ہو بلکہ ہم تاریخوں میں یہی پڑھتے ہیں کہ فلاں مبلّغ کو فلاں جگہ پھانسی دے دی گئی اور فلاں مبلّغ کو فلاں جگہ قید کر دیا گیا۔

ہمارے دوست اس بات پر خوش ہوا کرتے ہیں کہ صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید نے سلسلہ کے لئے اپنی جان کو قربان کر دیا حالانکہ ایک عبد اللطیف نہیں جماعت کو زندہ کرنے کے لئے سینکڑوں عبد اللطیف درکار ہیں جو مختلف ملکوں میں جائیں اور اپنی اپنی جانیں اسلام اور احمدیت کے لئے قربان کر دیں۔ جب تک ہر ملک اور ہر علاقہ میں عبد اللطیف پیدا نہیں ہو جاتے اُس وقت تک احمدیت کا رعب قائم نہیں ہو سکتا۔ احمدیت کا رعب اُسی وقت قائم ہو سکتا ہے جب سب لوگوں کو گھروں سے نکال کر ایک میدان میں قربانی کی آگ کے قریب کھڑا کر دیا جائے تا جب پہلی قربانی دینے والے قربانی دیں تو ان کو دیکھ کر دوسرے خود بخود آگ میں کُودنا شروع کر دیں اور اسی ماحول کو پیدا کرنے کے لئے مَیں نے تحریک جدید جاری کی ہے۔ مَیں نے کہا ہے کہ مَیں نے تحریک جدید جاری کی مگر یہ درست نہیں۔ میرے ذہن میں یہ تحریک بالکل نہیں تھی اچانک میرے دل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تحریک نازل ہوئی۔ پس بغیر اس کے کہ مَیں کسی قسم کی غلط بیانی کا ارتکاب کروں مَیں کہہ سکتا ہوں کہ وہ تحریک جدید جو خدا نے جاری کی۔ میرے ذہن میں یہ تحریک پہلے نہیں تھی، مَیں بالکل خالی الذہن تھا

اچانک اللہ تعالیٰ نے یہ سکیم میرے دل پر نازل کی اور مَیں نے اسے جماعت کے سامنے پیش کر دیا۔ پس یہ میری تحریک نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی نازل کردہ تحریک ہے۔ اس تحریک کی غرض مَیں نے بتادی ہے اور یہ بھی بتادیا ہے کہ اس کے لئے مسلسل قربانی اور ایثار کی ضرورت ہے۔ اسی طرح اس تحریک کے لئے قربانی کرنے والوں کا وجود ضروری ہے۔ قربانی کے لئے مناسب ماحول ضروری ہے اور کاموں کی سر انجام دہی کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اسی طرح چوتھی چیز دعا ہے۔ یہ بھی اس تحریک کی تکمیل کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ جماعت کے کچھ حصہ کے ذمہ روپیہ جمع کرنا لگا دیا گیا ہے اور کچھ حصہ کے لئے دعائیں کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ اس تحریک میں کم سے کم پانچ روپیہ دینے کی شرط رکھ کر باقی جماعت کو الگ کر دیا گیا ہے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ اس میں ایک عظیم الشان فائدہ مخفی تھا۔ اگر پانچ، دس، سَو یا ہزار کی رقم مقرر نہ کی جاتی تو مالدار کبھی اتنی قربانی نہ کرتے جتنی آج کر رہے ہیں۔ جو لوگ آج تحریک جدید میں پانچ روپیہ چندہ دے رہے ہیں وہ ایک ایک اور دو دو روپیہ دے کر دل میں اس بات پر خوش ہو جاتے کہ انہوں نے تحریک جدید میں حصہ لے لیا ہے اور وہ لوگ جو آج دس دس روپے دے رہے ہیں، چھ چھ روپے دے کر سمجھ لیتے کہ وہ تحریک جدید میں شامل ہو گئے ہیں اور ایک ایک ہزار دینے والے سَو سَو دے کر سمجھ لیتے کہ وہ اس ثواب میں شریک ہو گئے ہیں چنانچہ اس کا ثبوت اسی سے ملتا ہے کہ ابھی چند دن ہوئے مَیں نے تبلیغ خاص کے نام سے ایک تحریک کی ہے اور مَیں نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک پیسہ بھی دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ اس تحریک کے متعلق میرے پاس شکایت آئی ہے کہ اس میں لوگوں کی طرف سے چندہ کم آرہا ہے۔ اگر کوئی رقم معیّن کر دی جاتی تو اس قدر کم چندہ نہ آتا حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ اس تحریک سے میری غرض اَور ہے اور تحریک جدید سے میری غرض اَور ہے۔ یہاں میری غرض صرف اتنی تھی کہ ہر شخص اپنے اپنے اخلاص کے مطابق اس تحریک میں حصہ لے۔ چنانچہ اس عام اجازت سے مجھے اندازہ ہو گیا۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ اس چندہ میں تعداد کے لحاظ سے یوپی، بہار اور حیدر آباد نے بہت زیادہ حصہ لیا ہے مگر پنجاب نے بہت کم حصہ لیا ہے۔ بعض بڑے بڑے شہروں نے تو بالکل حصہ لیا ہی نہیں مثلاً لاہور ہے

اس کے گیارہ حلقوں میں سے صرف دو حلقوں نے اس میں حصہ لیا ہے۔ امرتسر میں سے غالباً کسی نے بھی حصہ نہیں لیا۔ اسی طرح پنجاب کے اَور بعض شہر ایسے ہیں جن کی طرف سے کوئی وعدہ نہیں آیا۔ اس کے مقابلہ میں یوپی میں وہ آدمی جو صرف چار یا پانچ روپیہ چندہ دیا کرتے ہیں ان میں سے کسی نے سو روپیہ چندہ دیا ہے، کسی نے ڈیڑھ سو روپیہ چندہ دیا ہے اور کسی نے اڑھائی سو روپیہ چندہ دیا ہے۔ اس سے مجھے یہ اندازہ لگانے کا موقع مل گیا ہے کہ وہ لوگ کس قسم کی تکلیفوں میں مبتلا ہیں اور ان علاقوں کے لوگوں کے اندر کس قدر یہ احساس پایا جاتا ہے کہ جماعت ترقی کرے۔ پس اس تحریک کے ذریعہ ان علاقوں کے لوگوں کی تکالیف کا مجھے احساس ہو گیا۔ پنجاب میں چونکہ ہماری جماعت کثرت سے ہے اس لئے تبلیغ کا جوش لوگوں میں کم ہے۔ جماعتیں بالعموم بڑی بڑی ہیں اور پھر قریب قریب ہیں۔ اس لئے انہیں کوئی دکھ نہیں دیتا اور وہ اپنے آپ کو امن میں خیال کر کے تبلیغ سے غافل ہو گئے ہیں۔ پس اس تحریک کا یہ فائدہ ہوا کہ مجھے بعض علاقوں کے لوگوں کی تکالیف کا احساس ہو گیا۔ اگر مَیں اس تحریک میں مثلاً سو روپیہ کی رقم معیّن کر دیتا اور کہتا کہ اس سے کم رقم دینے کی کسی کو اجازت نہیں تو مجھے کس طرح پتہ لگتا کہ کون کون سے علاقوں میں لوگوں کو زیادہ تکلیف ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کی جماعتوں میں ترقی ہو۔ اب اس طریق سے ایک طرف تو مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ پنجاب میں تبلیغ کا جوش کم ہے۔ سوائے چند جماعتوں کے اور دوسری طرف یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یو۔پی، بہار اور حیدر آباد کی احمدی جماعتیں تکلیف میں ہیں اور انہیں اس بات کا احساس ہے کہ جماعت ترقی کرے۔ اس کے مقابلہ میں تحریک جدید سے میری غرض یہ تھی کہ اس میں مالدار لوگ زیادہ حصہ لیں اور جو مالدار نہیں وہ اس میں مالی حصہ نہ لیں۔ ہاں مَیں نے یہ کہہ دیا کہ جن کے پاس اس قدر روپیہ نہیں کہ وہ اس تحریک میں حصہ لے سکے وہ بھی اس تحریک میں حصہ لے سکتا ہے بشرطیکہ وہ تحریک جدید کی کامیابی اور احمدیت کی ترقی کے لئے باقاعدہ دعائیں کرے۔ اگر مَیں یہ شرط نہ کرتا تو ایک غریب آدمی دھیلہ یا پیسہ دے کر بھی تحریک جدید میں شامل ہو جاتا مگر اب وہ مجبور ہے کہ باقاعدہ دعائیں کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور وہ بھی تحریک جدید میں حصہ لینے والوں میں سے سمجھا جائے اور مَیں جانتا ہوں ہماری جماعت میں

سینکڑوں لوگ ایسے ہیں کہ جب مَیں دعا کی تحریک کرتا ہوں تو وہ اس کے بعد مہینوں با قاعدہ دعا میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ان کا اس دعا میں شامل ہونا کیا روپیہ دینے سے کم ہے۔ اگر یہ اجازت دے دی جاتی کہ جس قدر جی چاہے دے دو تو کوئی پیسہ دے کر اور کوئی آنہ دے کر سمجھ لیتا کہ وہ بھی تحریک جدید میں شامل ہو گیا ہے مگر اب وہ سب اس بات پر مجبور ہیں کہ دعائیں کریں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں روپیہ دے کر وہ اس تحریک میں شامل نہیں ہو سکے۔ اب ان کے لئے اس تحریک میں شامل ہونے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں۔ گویا اس طریق سے کام لے کر روپیہ بھی زیادہ مل گیا اور دعائیں بھی زیادہ مل گئیں۔ اس سے زیادہ نفع بخش کام اور کونسا ہو سکتا ہے۔ پس مَیں نے ایک حد بندی مقرر کر کے جماعت کے ایک حصہ کو شمولیت سے محروم نہیں کیا بلکہ مَیں نے اپنے دعاؤں کے خانہ کو بھی بھر لیا اور اپنے روپے کے خانہ کو بھی بھر لیا۔ گویا ایک تحریک سے دونوں کام ہو گئے اور اس طرح چوتھی چیز جو اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کے ساتھ تعلق رکھتی تھی وہ بھی ہماری جماعت کو میسر آ گئی۔ غرض جماعت کے اندر وہ روح پیدا کرنا جس کی قربانیوں کے لئے ضرورت ہوتی ہے، قربانی کرنے والے وجودوں کو مہیا کرنا اور خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچنے کے سامان ہونا یہ ساری چیزیں تحریک جدید میں شامل ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا ہی فضل اور اس کا مخفی الہام تھا جس نے ایسی مکمل تحریک نازل کی ورنہ میرے علم اور میرے ارادہ میں اس قسم کی کوئی مکمل تحریک نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہی ہمارے لئے ہر قسم کے سامان بہم پہنچائے اور دوسری طرف سے اس کے فضل سے دنیا میں ایسے تغیرات پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کرنے کا ہے۔ پس پیشتر اس کے کہ جنگ ختم ہو ہمیں جلد سے جلد اشاعت دین کے لئے ایک مستقل بنیاد قائم کر دینی چاہئے۔ عام طور پر لوگوں کے اندر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ دو سال کے اندر اندر جنگ ختم ہو جائے گی۔ میرا اپنا خیال بھی بعض پیشگوئیوں کے مطابق یہی ہے کہ 1944ء میں جنگ ختم ہو جائے گی اور 1944ء میں ہی تحریک جدید ختم ہوتی ہے اور چونکہ بعض دفعہ جزو بھی ساتھ ہی شامل ہوتا ہے اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ 1945ء میں ابھی چند ماہ تک یہ

جنگ چلی جائے۔ بہر حال اب یہ جنگ بظاہر دو تین سال میں ختم ہونے والی ہے۔ اگر ہماری جماعت کے دوست اس تحریک میں پورے زور سے حصہ لیں تو یہ سکیم کہ اس روپیہ سے ایک ایسی جائداد پیدا کی جائے جس سے اشاعت اسلام کے مستقل خرچ ہم پورے کر سکیں۔ اس عرصہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہو جائے گی اور در حقیقت پھر بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے جو اسے نتیجہ خیز بنا سکتا ہے ورنہ کیا جائدادیں دنیا میں تباہ نہیں ہو جاتیں۔ قادیان میں ہی دیکھ لو۔ قادیان کے ارد گرد گاؤں کے گاؤں ہمارے باپ دادا کی ملکیت تھے مگر اب ملکیت چھوڑ سکھ ہمارے سخت دشمن ہیں اور گو اب حالات خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھے ہو گئے ہیں مگر ایک زمانہ ایسا گزرا ہے کہ ان گاؤں میں ملکیت چھوڑ ہمارے لئے پانی پینا بھی مشکل تھا۔ تو اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو تو بڑی بڑی جائدادیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ بہر حال ہمارا فرض یہی ہے کہ ہم جس قدر کام کر سکتے ہوں کریں اور باقی کے متعلق اللہ تعالیٰ پر توکل کریں مگر مَیں نے دیکھا ہے کئی لوگ ایسے ہیں جن کو سارا توکل اللہ تعالیٰ کے کاموں کے متعلق ہی سوجھتا ہے۔ گھر کے کاموں کے متعلق نہیں سوجھتا۔ جب خدا تعالیٰ کے دین کے لئے کسی جائداد کا سوال آ جائے تو کہہ دیں گے پتہ نہیں کل کیا ہو جانا ہے جائداد بنا کر کیا کرنا ہے مگر ان کی اپنی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ کہتے ہیں یہ کوٹھڑی بھی بن جائے، وہ پاخانہ بھی تیار ہو جائے۔ گویا انہیں سارا توکل اللہ تعالیٰ کے لئے ہی سوجھتا ہے گھر کے لئے نہیں سوجھتا۔ گھر کے لئے اس شدید گرانی کے ایام میں بھی چیزیں تیار ہوتی چلی جاتی ہیں۔ یہاں آجکل جنگ کی وجہ سے کوئی احمدی بھٹے والا نہیں اور ضرورت پر ہندو بھٹے والے سے اینٹیں خریدی جاتی ہیں۔ مَیں نے دیکھا ہے باوجود شدید گرانی کے عموماً درخواستیں آتی رہتی ہیں کہ شدید ضرورت کے لئے دس ہزار اینٹوں کی ضرورت ہے، خریدنے کی اجازت دی جائے۔ کوئی لکھتا ہے شدید ضرورت کے لئے چالیس ہزار اینٹوں کی ضرورت ہے حالانکہ آجکل 21-22 روپے ہزار اینٹ ملتی ہے مگر پھر بھی لوگ خریدتے چلے جاتے ہیں لیکن جہاں خدا اور اس کے دین کا سوال آ جائے وہاں کہنے لگ جاتے ہیں کہ اس کو جانے دو خبر نہیں کل کیا ہو جائے گا۔ یہ سُستوں کی علامت ہے مومنوں کی نہیں۔ مومن تو کہتا ہے کہ خدا کا کام ہونا چاہئے میرا کام اگر رہتا ہے تو بے شک رہ جائے اور اگر یہ مقام کسی کو

حاصل نہیں تو کم سے کم اتنا تو ہونا چاہئے کہ اللہ کا کام بھی انسان کرتا رہے اور اپنا کام بھی کرتا رہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کے مخلصین کو اس امر کی توفیق عطا فرمائی ہے کہ وہ مشکلات کے باوجود اس تحریک میں حصہ لیں اور مَیں دیکھتا ہوں کہ اس تحریک کی برکت کی وجہ سے جماعت کا قدم قربانیوں کے میدان میں پہلے سے بہت زیادہ تیز ہو گیا ہے۔ جب مَیں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اس وقت متواتر صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں نے مجھے کہا کہ یہ تحریک جاری کر کے انجمن کے قرضہ کی ادائیگی کا راستہ بالکل بند کر دیا گیا ہے اور انجمن دیوالیہ ہو جائے گی۔ اب مَیں صدر انجمن احمدیہ کے انہی ممبروں سے پوچھتا ہوں کہ بتاؤ انجمن دیوالیہ ہوئی ہے یا اس کے خزانہ میں پہلے سے زیادہ مال آیا ہے۔ جب مَیں نے یہ تحریک جاری کی ہے اس وقت انجمن پر اڑھائی لاکھ روپیہ قرض تھا مگر اب صرف پینتیس ہزار کے قریب قرض رہ گیا ہے۔ دو لاکھ کے قریب قرض اتر چکا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اب ایسے سامان پیدا ہو چکے ہیں کہ قرض اتار کر (کیونکہ کچھ جائداد کے بھی قرضے ہیں) انجمن کے خزانہ میں بھی کچھ رقم ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس تحریک کے بعد جماعت نے اپنے ایمان اور اخلاص میں ایسی ترقی کی ہے کہ جب بھی کوئی تحریک کرو جماعت کے لوگ روپیہ کو یوں پھینکنا شروع کر دیتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں روپیہ سے کوئی محبت رہی ہی نہیں ۔ اس وقت جماعت پر تحریک جدید کا بھی بوجھ ہے مگر اس کے باوجود جماعتوں کا جو سالانہ چندہ ہے اس میں قریباً ستّر اسّی ہزار روپیہ سالانہ کی زیادتی ہوئی ہے۔ پھر ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا مَیں نے غرباء کے لئے غلہ کی تحریک کی تھی۔ اس پر جماعت نے آٹھ ہزار روپیہ اکٹھا کر دیا اور اب "تبلیغ خاص" کی تحریک پر ساڑھے چھ ہزار سے اوپر روپیہ آ چکا ہے اور بعض جماعتیں ابھی باقی ہیں۔ ممکن ہے ان کی فہرستیں آ رہی ہوں اور اب خطبہ کے بعد دفتر میں جا کر مَیں ڈاک دیکھوں تو اس میں ان کے وعدے بھی آ جائیں۔ اگر مَیں ان سب جماعتوں کو شامل کر لوں جنہوں نے ابھی تک وعدہ نہیں کیا تو میرا اندازہ ہے کہ بارہ تیرہ ہزار روپیہ اکٹھا ہو جانا چاہئے۔ مَیں نے اعلان کیا تھا کہ میرا ارادہ ریویو آف ریلیجنز اردو پر بھی کچھ حصہ خرچ کرنے کا ہے چنانچہ مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ ارادہ بھی پورا ہو جائے گا

اور اس قدر رقم آجائے گی کہ ریویو آف ریلیجنز کو بھی لوگوں کے نام جاری کرایا جاسکے گا۔

غرض اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی تحریک ایسی نہیں جس میں جماعت نے بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لیا ہو۔ مَیں نے اگر ایک روپیہ مانگا تو جماعت نے چار روپے دیئے۔ مَیں نے پانچ سو من غلّہ مانگا تھا جماعت نے پندرہ سو من غلّہ اکٹھا کر دیا۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے میرا اندزہ بالکل غلط نکلا اور خرچ بھی پندرہ سو من کے قریب قریب ہو گیا بلکہ اب تک بعض غرباء کی طرف سے درخواستیں آرہی ہیں۔ ہم نے سوڈیڑھ سو من غلّہ محفوظ رکھا تھا کیونکہ بعض دفعہ نئے آدمی آجاتے ہیں اور بعض دفعہ اچانک کوئی ایسی مصیبت پیش آجاتی ہے جس کا فوری طور پر تدارک کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ایسی ضروریات کے لئے مَیں نے سوڈیڑھ سو من غلّہ محفوظ رکھوایا ہوا تھا مگر مَیں دیکھتا ہوں اب تک برابر درخواستوں کا سلسلہ جاری ہے۔ تو مَیں نے پانچ سو مَن غلّہ مانگا اور جماعت نے پندرہ سو من غلّہ مہیا کر دیا۔ اب مَیں نے "الفضل" اور "سن رائز" کے ایک ایک ہزار پرچوں کے لئے اعلان کیا تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے "الفضل" اور "سن رائز" کے ایک ایک ہزار پرچے جاری کرانے کے لئے جس قدر روپیہ کی ضرورت تھی وہ اکٹھا ہو چکا ہے اور ابھی اَور روپیہ آرہا ہے جس سے امید ہے کہ ریویو آف ریلیجنز اردو کے پرچے بھی جاری کرائے جاسکیں گے۔ پہلے میرا منشاء یہ تھا کہ "الفضل" اور "سن رائز" بجائے ایک ایک ہزار جاری کرانے کے آٹھ آٹھ سو جاری کرا دیئے جائیں اور جو رقم باقی بچے اس سے ریویو آف ریلیجنز اردو جاری کرا دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ "الفضل" اور "سن رائز" کے بعد اب ریویو اردو کے لئے بھی روپیہ اکٹھا ہو رہا ہے اور ابھی غیر ممالک سے اس کے متعلق کوئی وعدے نہیں آئے۔ ہندوستان کی بہت سی جماعتوں نے بھی ابھی تک اس میں حصہ نہیں لیا۔ اس سے مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ ریویو آف ریلیجنز اردو کا ایک ہزار پرچہ بھی ہم آسانی سے تبلیغ کے لئے جاری کر سکیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے تحریک جدید کے بعد وہ لوگ جنہوں نے اس میں حصہ لیا تھا ان کے ایمانوں میں ایسی ترقی ہوئی کہ انہوں نے اَور تحریکوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کر دیا اور وہ لوگ جنہوں نے اس تحریک میں حصہ نہیں لیا تھا انہوں نے اس ندامت سے کہ وہ تحریک جدید میں حصہ نہیں لے سکے بعد میں

دوسری تحریکوں میں حصہ لینا شروع کر دیا گویا جنہوں نے تحریک جدید میں حصہ لیا تھا انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ قربانیاں کرنی شروع کر دیں اور جنہوں نے حصہ نہیں لیا تھا انہوں نے اس ندامت اور شرمندگی کی وجہ سے کہ وہ تحریک جدید میں حصہ نہیں لے سکے دوسری تحریکوں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ اور اس طرح ساری جماعت کا قدم ترقی کی طرف بڑھنا شروع ہو گیا۔ علاوہ ممبران صدر انجمن احمدیہ کے جن کو طبعاً فکر ہونی چاہئے تھی بعض نادان لوگوں نے تو یہانتک کہہ دیا تھا کہ اب جماعت میں تحریک جدید جاری کر دی گئی ہے نہ معلوم کیا ہو گا۔ جماعت کی کمر ہمت ٹوٹ جائے گی، اس کی مالی حالت خراب ہو جائے گی، اس میں قربانی اور ایثار کی روح کم ہو جائے گی، وہ اس تحریک میں حصہ لے گی تو اَور تحریکوں میں حصہ نہیں لے سکے گی مگر خدا تعالیٰ نے اس تحریک کے بعد جماعت کو ہر نئی تحریک میں پورے جوش اور اخلاص کے ساتھ حصہ لینے کی توفیق عطا فرما کر بتا دیا کہ ہماری کمریں پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئی ہیں۔ ہمارے ہاتھ پہلے سے زیادہ لمبے ہو گئے ہیں، ہمارا ایثار پہلے سے زیادہ بڑھ گیا ہے، ہمارا خدا ہم سے پہلے سے زیادہ قریب آ گیا ہے اور ہم پہلے سے بھی اونچے نظر آتے ہیں۔ گویا وہی بات ہماری جماعت پر صادق آ رہی ہے کہ "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" خدا تعالیٰ کے فضل سے چکنے چکنے پات نکل رہے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس کو بہت بڑا درخت بنانے کا ارادہ رکھتا ہے ورنہ یہ چکنائی، یہ سرسبزی اور یہ شادابی کس طرح پیدا ہوتی۔ غرض جس چیز کو لوگوں نے تباہی سمجھا تھا وہی ہماری ترقی کا ذریعہ بن گئی۔ لوگ مجھے کہتے تھے کہ تم نے جماعت پر ایسا بوجھ ڈالا ہے کہ اس کی کمر توڑ ڈالی ہے مگر جماعت نے اپنی قربانیوں سے بتا دیا کہ اس کی کمر ٹوٹی نہیں بلکہ پہلے سے بہت زیادہ مضبوط ہو گئی ہے۔ چنانچہ انجمن کے قرضوں کا بہت حد تک اتر جانا، نئی تحریکات کا جماعت میں قبولیت حاصل کرنا اور لوگوں کا اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اور اس تحریک میں حصہ لینے والوں کا اپنے چندوں کو ہر سال پہلے سال سے بڑھاتے چلے جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ ہماری جماعت اپنے ایمان اور اپنی قربانیوں میں پہلے سے کئی گنا ترقی کر گئی ہے۔ اب اگر ہمیں اپنے اندر کچھ کمزوریاں نظر آتی ہیں تو وہ ایمان کی ترقی کی وجہ سے نظر آتی ہیں اور ان کمزوریوں کا دکھائی دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے ایمان

پہلے سے بہت زیادہ بڑھ چکے ہیں۔ اب ہمیں ایک کھانا کھانا بھی کمزوری دکھائی دیتا ہے حالانکہ پہلے ہمارے لئے دو کھانوں کا چھوڑنا سخت مشکل تھا۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ اگر ہو سکے تو اس سے بھی زیادہ سادگی اختیار کریں اور اب اگر کسی ضرورت کے موقع پر ہمارے دستر خوان پر دو کھانے آجاتے ہیں تو ہمیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا کھانا حلال کا نہیں رہا بلکہ حرام کا ہو گیا ہے۔ پس یہ کمزوری جو دکھائی دیتی ہے محض اس لئے ہے کہ ہمارے دوستوں کے ایمان اتنے پختہ اور مضبوط ہو چکے ہیں کہ جن باتوں کو وہ پہلے قربانی سمجھا کرتے تھے ان کو وہ اب اپنی کمزوری نظر آتی ہے۔ پس یہ خوبی کی بات ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم ترقی کے میدان میں نیا قدم بڑھانے کے لئے تیار ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض حصوں میں جماعت نے کمزوری بھی دکھائی ہے مثلاً سینما دیکھنے کی ممانعت کے متعلق جو حکم مَیں نے دیا تھا۔ اس سلسلہ میں بعض نوجوانوں کے متعلق میرے پاس شکایتیں پہنچتی رہی ہیں کہ وہ ممانعت کے باوجود سینما دیکھنے کے لئے چلے جاتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی کمزوری ہے جس سے ہماری جماعت کے نوجوانوں کو بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ درحقیقت سینما نے ہمارے ملک کی طبائع پر ایسا بُرا اثر ڈالا ہے کہ لوگ اسے دیکھنے کے لئے بیتاب رہتے ہیں اور میرے پاس تو جس وقت بعض نوجوان سینما دیکھنے کی خواہش کا اظہار کرتے اور اس کے متعلق لجاجت اور خوشامد کرتے ہیں تو مجھے یوں معلوم ہوتا ہے وہ یہ لجاجت کر رہے ہیں کہ ہمارا باپ ڈوب رہا ہے اسے بچانے کی اجازت دی جائے۔ زمانہ کی ایک رَو ہے جو طبائع پر اثر کر رہی ہے لیکن اس زبردست خواہش کے باوجود ہماری جماعت میں ایسے نوجوان ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو روکا اور باوجود اس کے کہ انہیں سینما دیکھنے پر مجبور کیا گیا انہوں نے سینما نہیں دیکھا۔ ایک دوست نے ایک دفعہ لکھا کہ اسے بعض دوست پکڑ کر سینما دکھانے کے لئے لے گئے۔ اس نے جانے سے انکار کیا تو انہوں نے بہانہ بنایا اور کہا کہ ہم سینما کو نہیں بلکہ سیر کو چلتے ہیں۔ پھر انہی میں سے ایک شخص جا کر ٹکٹ لے آیا اور کہا کہ اب تو ہمارے پیسے بھی خرچ ہو گئے ہیں اب تو تمہیں ضرور سینما دیکھنا چاہئے مگر اس نے پھر بھی انکار کیا۔ آخر وہ اس کے ہاتھ پاؤں پکڑ کر سینما کی طرف لے گئے اور جبراً ہال میں بٹھا دیا۔ جب سینما شروع ہوا اور اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہوئے تو معاً اس نے

چھلانگ لگائی اور دوڑ کر باہر نکل گیا۔ سینما والے بھی حیران ہو گئے کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ آخر اس کا یہ اثر ہوا کہ اس کے دوستوں نے اقرار کیا کہ ہم آئندہ سینما نہیں دیکھیں گے۔ تو ہماری جماعت میں ایسے ایسے نمونے بھی پائے جاتے ہیں مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ بعض نوجوانوں نے کمزوری دکھائی ہے۔ مَیں آج ان کو پھر توجہ دلاتے ہوئے کہتا ہوں کہ تم سے تو ہماری آئندہ بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ جب تمہارے باپ دادا اور دوسرے رشتہ دار مر جائیں گے اس وقت تم نے ہی اس امانت کو سنبھالنا ہے۔ اگر تم پہلوں سے زیادہ مضبوط نہیں ہو تو ہمارے لئے کوئی خوشی نہیں ہو سکتی۔ ہماری خوشی تو اس بات میں ہے کہ ہم اگر ایک قدم چلیں تو تم دو قدم چلو، ہم تین قدم چلیں تو تم چار قدم چلو۔ جب تک تم ہم سے زیادہ قربانی کرنے والے، ہم سے زیادہ جرأت رکھنے والے اور ہم سے زیادہ دلیری دکھانے والے نہیں بنتے اس وقت تک سلسلہ کی امانت محفوظ ہاتھوں میں نہیں رہ سکتی۔ پس مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ تم بہادر بنو اور اپنے نفسوں کے غلام مت بنو۔ تمہارے قبضہ میں آئندہ دنیا کی حکومتیں آنے والی ہیں اور تمہارا فرض ہے کہ آئندہ زمانہ میں جب خدا تعالیٰ تمہیں حکومت اور سلطنت عطا فرمائے تو جس طرح محمود غزنوی نے مندر توڑ ڈالے تھے اسی طرح تم ریڈیو کے وہ ٹرانسمٹر توڑ ڈالو۔ جہاں سے گانے بجانے نشر کئے جاتے ہیں۔ یہ ریڈیو کے سیٹ خبریں سننے اور علمی تقاریر اور دوسرے مفید معلومات کے لئے بے شک اچھی چیز ہیں مگر آجکل ریڈیو نے ناچ اور گانے کو اتنا قریب کر دیا ہے کہ ہر خاندان کو اس نے ڈوم اور میراثی بنا دیا ہے۔ مَیں نے دیکھا ہے مَیں بعض دفعہ سنتیں پڑھنے لگتا ہوں اور اس خیال سے کہ اب خبریں آنے والی ہیں ریڈیو میں گرمی پیدا کرنے کے لئے اسے چلا دیتا ہوں کیونکہ ریڈیو کچھ گرمی کے بعد کام شروع کرتا ہے۔ مگر کھولتے وقت گو کوئی تقریر ہو رہی ہوتی ہے مگر نماز پڑھ کر اسے اونچا کرو تو کوئی گانا شروع ہوتا ہے اور قریباً جب بھی اسے کھولو زور سے باجے اور گانے کی آوازیں آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اس وقت مَیں خیال کرتا ہوں کہ اگر گلی میں سے گزرتے ہوئے کوئی شخص سُن لے تو وہ یہی خیال کرے گا کہ ہمیں تو گانا سننے سے روکا جاتا ہے مگر خود ریڈیو پر گانا سن لیا جاتا ہے۔ اسی طرح کئی دفعہ پاخانے کی حاجت ہوتی ہے، خبریں ہو رہی ہوتی ہیں اور مَیں اسی طرح ریڈیو کو

چھوڑ کر غسلخانہ کو چلا جاتا ہوں کہ اتنے میں زور زور سے باجے کی یا گانے کی آواز آنے لگتی ہے کیونکہ خبریں ختم ہوتے ہی کوئی گویّا یا ڈوم گانے یا باجے کا شغل شروع کر دیتا ہے۔ ایسے وقت میں کئی دفعہ جلد جلد غسلخانے سے فارغ ہو کر آنا پڑا ہے۔ محض اس وہم سے کہ گلی میں سے گزرتے ہوئے لوگ سنیں گے تو کہیں گے آپ تو باجا سن رہے ہیں اور ہمیں اسے روکا جاتا ہے۔

غرض ریڈیو ایک ایسی چیز ہے جس نے ہر گھر کو ڈوم بنا دیا ہے۔ اس میں گندے گانے ہوتے ہیں جن کا طبائع پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ بے شک اور پروگرام بھی ہوتے ہیں مگر مَیں نے دیکھا ہے کہ کوئی معقول چیز بھی لمبے عرصہ تک نہیں چلتی۔ دیہاتیوں کا پروگرام بڑی مفید چیز ہے اور زمینداروں کو بڑی بڑی اچھی باتیں بتائی جاتی ہیں اور اگر ریڈیو میں صرف زمیندارہ پروگرام ہوتا تو شاید مَیں یہ حکم دے دیتا کہ ہر جگہ جماعت کے چندے سے ایک ایک ریڈیو سیٹ خرید ا جائے اور دیہاتی پروگرام سنا جائے مگر اب کیا ہوتا ہے کہ پہلے بتایا جاتا ہے ہل اس قسم کا ہونا چاہیئے، زمین کو اس طرح بونا چاہیئے اور یہ ہدایتیں مدنظر رکھنی چاہئیں۔ اس کے بعد کہا جاتا ہے اب فلاں بائی[5] آپ کو گانا سنائے گی۔ وہ گانا ختم ہوتا ہے تو پھر ایک زراعتی مضمون شروع کر دیا جاتا ہے کہ بیلوں کو یوں رکھنا چاہیئے، ان کی پرورش میں فلاں فلاں باتیں مدنظر رکھنی چاہئیں اور چند منٹ کے بعد کہہ دیا جاتا ہے کہ اب فلاں بھانڈ آپ کو گیت سنائیں گے۔ وہ ختم ہوتا ہے تو پھر بتانا شروع کر دیا جاتا ہے کہ اچھے بیج کی کیا علامت ہے اور وہ کہاں سے مل سکتا ہے اور یہ سبق دینے کے بعد کہہ دیا جاتا ہے اب فلاں کنچنی آپ کو گیت سنائے گی۔ گویا پانچ منٹ مضمون سنایا جاتا ہے اور پانچ منٹ گانا سنایا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ آخر تک قائم رہتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اصل چیز گانا ہی ہے باقی چیزیں یونہی شامل کر لی گئی ہیں۔ تمہارا یہ کام ہے کہ جس دن خدا تعالیٰ تمہیں حکومت دے تم ریڈیو کے ان گندے انتظاموں کو بدل دو اور سب ڈوموں اور میراثیوں اور کنچنیوں کو رخصت کر دو اور ان کی بجائے علمی چیزیں ریڈیو کے ذریعہ نشر کرو۔ دنیا کے مذاق کو بنانا ہمارا کام ہے، اس کے مذاق کو بگاڑنا ہمارا کام نہیں۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی شخص لوگوں کو غریبوں کی مدد کرنے کی تحریک کرنا چاہے تو وہ اس کا طریق یہ نکالے کہ اپنی بیوی اور بیٹیوں کو ننگا کر کے باہر لے جائے اور جب لوگ اکٹھے ہو جائیں

تو وہ انہیں کہے کہ غریبوں کی مدد کیا کرو۔ بے شک غریبوں کی مدد کرنا اچھا کام ہے مگر اس کے لئے غلط طریق اختیار کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ اسی طرح بے شک ریڈیو کے ذریعہ بعض اچھی چیزیں بھی نشر کی جاتی ہیں مگر ناچ اور گانا ایسی گندی چیزیں ہیں جس نے ہر گھر کو ڈوم اور میراثی بنا دیا ہے اور ہماری جماعت کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور باقی دنیا کو اس ضرر سے بچائے اور اس کا صرف مفید پہلو قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ [6] جب تم ہدایت پر ہو تو تمہیں دوسرے کی گمراہی کی پرواہ بھی نہیں کرنی چاہئے۔ اگر تم صحیح راستے پر چل رہے ہو اور دوسرا شخص تمہارے ساتھ یہ شرط کرنا چاہتا ہے کہ تم صحیح راستے کو چھوڑ کر غلط راستے کو اختیار کر لو تو فرماتا ہے ایسے شخص کو تم بے شک گمراہ ہونے دو مگر صحیح راستے کو ترک نہ کرو۔ تو ان چیزوں کو دنیا سے تم نے مٹانا ہے اور تمہارا فرض ہے کہ خدا تعالیٰ تمہیں جب حکومت اور طاقت عطا فرمائے تو جس قدر ڈوم اور میراثی ہیں ان سب کو رخصت کر دو اور کہو کہ جا کر حلال کمائی کماؤ۔ ہاں جغرافیہ یا تاریخ یا مذہب یا اخلاق کا جو حصہ ہے اس کو بے شک رہنے دو اور اعلان کر دو جس کی مرضی ہے ریڈیو سنے اور جس کی مرضی ہے نہ سنے۔ اس وقت ریڈیو والوں نے ایک ہی وقت میں دو نہریں جاری کی ہوئی ہیں۔ ایک نہر میٹھے پانی کی ہے اور دوسری نہر کڑوے پانی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بھی دو نہروں کا ذکر کرتا ہے اور فرماتا ہے ایک نہر میں تو میٹھا پانی ہے مگر دوسری نہر میں کڑوا پانی ہے۔[7] مَیں جب بھی ریڈیو سنتا ہوں تو مجھ پر یہی اثر ہوتا ہے کہ یہی دو نہریں ہیں جن کا قرآن کریم نے ذکر کیا ہے۔ اس سے ایک طرف میٹھا پانی جاری ہوتا ہے اور دوسری طرف کڑوا پانی جاری ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ان کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ کڑوی نالی کے ہوتے ہوئے میٹھا پانی غالب آ جائے۔ میٹھا پانی اسی صورت میں غالب آ سکتا ہے جب کڑوے پانی کی نالی کو بالکل بند کر دیا جائے۔ پس مَیں نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ ان میں سے بعض سے صرف اس مطالبہ کو پورا کرنے میں کوتاہی ہوئی ہے مگر مَیں امید کرتا ہوں کہ آئندہ وہ اپنی اصلاح کریں گے اور اس نقص کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس وقت میرے سامنے بورڈنگ تحریک جدید کے لڑکے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے معلوم ہے

کہ ان میں سے بعض بے ٹکٹ گاڑی پر سوار ہو کر اور اس طرح گورنمنٹ کے روپیہ کو چرا کر بٹالے جاتے اور وہاں سینما دیکھتے ہیں اور پھر بے ٹکٹ واپس آتے ہیں۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ سارے ایسے ہیں۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ بہت سے ایسے ہیں۔ مَیں یہ بھی نہیں کہتا کہ معتد بہ ایسے ہیں۔ ہاں مَیں یہ ضرور کہتا ہوں اور تحقیق سے کہتا ہوں کہ کچھ لڑکے ایسے ہیں جو اس قسم کی حرکت کرتے ہیں۔ گویا وہ تین حرام خوریاں کرتے ہیں۔ وہ گورنمنٹ کی چوری کر کے بٹالے جاتے ہیں، وہ سلسلہ کی چوری کر کے سینما دیکھتے ہیں اور پھر گورنمنٹ کی چوری کر کے واپس آتے ہیں۔ شاید تم سمجھتے ہو کہ گورنمنٹ کی دو چوریوں میں سلسلہ کی ایک چوری حلال ہو جاتی ہے مگر یہ بالکل غلط ہے۔ دو چوریوں میں ایک اَور چوری حلال نہیں ہو جاتی بلکہ وہ اَور بھی گندی ہو جاتی ہے جیسے اَور چوریاں بری ہیں ویسی ہی گورنمنٹ کی چوری بھی بری ہے۔ پس تم میں سے بعض نوجوانوں کا یہ خیال کہ گورنمنٹ کی چوری چوری نہیں ہو سکتی بالکل غلط ہے۔ چوری چوری ہی ہے خواہ وہ رسول کی ہو، نبی کی ہو، گورنمنٹ کی ہو، دوست کی ہو، دشمن کی ہو۔ اسی طرح ایک کنچنی کی چوری بھی چوری ہے اور ایک ڈوم کی چوری بھی چوری ہے۔ اگر تم کسی ڈاکو کا مال اٹھا لیتے ہو تو یہ بھی ویسی ہی چوری ہے جیسے کسی اور کی چوری۔ لوگوں کے دلوں میں یہ غلط خیال بیٹھا ہوا ہے کہ گورنمنٹ کی چوری چوری نہیں ہوتی حالانکہ وہ بھی ویسی ہی چوری ہوتی ہے جیسے کوئی اور چوری۔ جب تم چھپ کر ریل کے خانے میں جا کر بیٹھ جاتے ہو اور دل میں سمجھتے ہو کہ یہ ناجائز صورت کہاں ہے۔ گارڈ ہمارا واقف ہے وہ ہم پر کوئی گرفت نہیں کرے گا تو اس وقت بھی تم گناہ کے مرتکب ہوتے ہو۔ کیونکہ وہ گورنمنٹ کا مال ہے۔ گارڈ کے باپ کا مال نہیں۔ اگر گارڈ تم کو مفت لے جانا چاہتا ہے تو تم اسے کہو کہ چل کر ایجنٹ کے سامنے کہہ دو کہ مَیں اسے بلا ٹکٹ لے جانا چاہتا ہوں۔ پھر اگر اس کی نوکری رہ جائے تو بے شک تم مفت چلے جاؤ اور اگر وہ ملازمت سے برطرف کر دیا جائے تو تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ گارڈ کی واقفیت کی بناء پر بلا ٹکٹ سفر کرنا بھی ویسا ہی جرم ہے جیسے کسی اَور صورت میں بلا ٹکٹ سفر کرنا۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کسی کے مکان پر پہرہ لگا ہوا ہو تو وہ کہے کہ مَیں پہرہ دار کی اجازت سے مالک مکان کی کرسی اٹھا لایا تھا یا میز اٹھا لایا تھا۔ اس کی اجازت سے وہ چوری جائز تو نہیں ہو

جائے گی۔ اس کے معنے تو صرف یہ ہوں گے کہ تم بھی چور ہو اور وہ بھی چور ہے۔ پس تمہارا کسی گارڈ کے کہنے پر یا سٹیشن ماسٹر کے کہنے پر بلا ٹکٹ چلے جانا یہ معنے رکھتا ہے کہ وہ بھی چور ہے اور تم بھی چور ہو۔ تم اگر چار آنے نہیں ایک پیسہ بھی ریلوے کے ایجنٹ کی جیب سے نکال لیتے ہو تو تم اپنے دل میں ضرور شرمندہ ہو گے کہ مَیں نے چوری کی ہے۔ پھر تمہیں کیوں خیال نہیں آتا کہ تم ایک پیسہ نہیں بلکہ بعض دفعہ چار یا چھ آنے بلا ٹکٹ سفر کر کے گورنمنٹ کے خزانہ سے چُرا لیتے ہو اور تم سمجھتے ہو کہ تم نے کوئی برا فعل نہیں کیا۔ اگر کوئی گارڈ یا سٹیشن ماسٹر تمہیں کہتا ہے کہ تم بلا ٹکٹ سفر کر لو تو اس کا یہ کہنا بھی تمہارے فعل کو جائز قرار نہیں دے سکتا بلکہ اس کے معنے صرف یہ ہوں گے کہ تم بھی چور ہو اور وہ بھی چور ہے۔ پس بلا ٹکٹ سفر کرنا کوئی خوبی کی بات نہیں بلکہ یہ بھی ویسی ہی چوری ہے جیسے کسی اَور چیز کی چوری ہوتی ہے۔ سوچو تو سہی کہ اگر تمہاری الماری میں مصری پڑی ہوئی ہو اور کوئی دوسرا شخص اس میں سے ایک تولہ بھی چرا لے تو باوجود اس کے کہ مصری تین آنے کی آدھ سیر آ جاتی ہے تم ایک تولہ مصری چرانے والے کو ملامت کرنے لگ جاتے ہو اور کہتے ہو بے شرم، بے حیا، تیرے باپ کا مال تھا کہ تُو نے بلا اجازت لے لیا۔ پھر تم سوچو کہ تم ایک تولہ مصری اٹھا لے جانے والے کو تو بے شرم کہتے ہو اَور تم گورنمنٹ کے اتنے آنے چرا کر لے آتے ہو اور تمہیں کوئی ندامت محسوس نہیں ہوتی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر چھ آنے کا ٹکٹ ہو اور تم بلا ٹکٹ سفر کرو تو تم نے گورنمنٹ کی ایک سیر مصری چُرا لی یا تین سیر گندم اڑا لی۔ پس بلا ٹکٹ سفر کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہے اور تمہیں ان عیوب سے محفوظ رہنا چاہئے بلکہ اگر تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائیں تب بھی تم کہو کہ ہمیں موت منظور ہے مگر بے ایمانی منظور نہیں۔ تو یہ چیزیں اس قسم کی ہیں کہ اس میں ہم تم سے بہت اچھی امید رکھتے ہیں اور تمہارا فرض ہے کہ بجائے اس کے کہ خود ان گناہوں کا ارتکاب کرو۔ اگر کوئی اَور شخص اس قسم کی غلطی کرے تو اسے سمجھاؤ اور اگر سمجھانے کے بعد بھی نہ مانے تو اس کی شکایت کرو اور اس بات کو یاد رکھو کہ جیسے غلّہ میں کیڑا لگ جاتا ہے اسی طرح یہ گناہ تمہاری روحانیت کے لئے موت کے کیڑے ہیں۔ اگر تمہارے پاس سال بھر کا غلّہ ہو اور تمہاری غفلت سے اسے کیڑا لگ جائے اور دوسری طرف ملک میں بھی

غلّہ ختم ہو جائے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ جب تم غلّہ کو کوٹھی سے نکالو گے تو وہ کِرم خوردہ ہو گا اور تمہارے کسی کام نہیں آئے گا۔ اسی طرح اگر اس قسم کی ٹھگیوں کی عادت پیدا ہو جائے تو جماعت کو گھن کھا جائے گا اور جب دین کے لئے لڑائی کا وقت آئے گا اور ہم اپنے سپاہیوں کے مخزن کو دیکھیں گے تو بجائے اس کے کہ اس میں سے زندہ اور دیندار سپاہی نکلیں مُردہ اور بے دین آدمی نکلیں گے اور وہ اسلام کو فائدہ پہنچانے کی بجائے اس کے ضعف اور تنزل کا باعث بن جائیں گے۔

یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ اس کے بعد مَیں پھر دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آج تحریک جدید کا نواں سال شروع ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ چار حصے سفر کے طے ہو چکے ہیں اور اب صرف پانچواں حصہ باقی رہ گیا ہے۔ مَیں ہر سال دوستوں کو یہ تحریک کرتا چلا آیا ہوں کہ انہیں اس میں پہلے سالوں سے زیادہ حصہ لینا چاہئے مگر اس سال مَیں دوستوں سے یہ کہتا ہوں کہ ان کو اس تحریک میں گزشتہ سالوں سے بہت زیادہ حصہ لینا چاہئے اور چونکہ یہ تحریک اب خاتمہ کے قریب ہے اس لئے انہیں اس سال پہلے سالوں سے نمایاں اضافہ کے ساتھ وعدے کرنے چاہئیں۔ خاتمہ سے میری مراد یہ نہیں کہ اس کے بعد کوئی تحریک نہیں کی جائے گی۔ درحقیقت کوئی جماعت پے درپے تحریکات کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اور ہماری جماعت کے سامنے وقتاً فوقتاً نئی سے نئی تحریکات اِنْشَاءَ اللہ ہوتی چلی جائیں گی مگر بہرحال دس سال گزرنے کے بعد اس تحریک کی موجودہ شکل قائم نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس کے بعد کیا صورت پیدا ہو۔ مَیں بھی دعا کر رہا ہوں تم بھی دعائیں کرو کہ ان دس سالوں کے بعد اس درخت کو زندہ اور سرسبز و شاداب رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ میری صحیح رہنمائی فرمائے اور اپنی طرف سے ترقی کی تدابیر بتائے مگر بہرحال جیسا کہ مَیں اعلان کر چکا ہوں۔ دس سال کے بعد اس تحریک کی موجودہ شکل ختم ہو جائے گی اور چونکہ اب سفر خاتمہ کے قریب ہے اس لئے اس وقت بہت زیادہ ہمت اور بہت زیادہ کوشش اور بہت زیادہ سعی اور بہت زیادہ قربانی کی ضرورت ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے شروع سے اس تحریک میں نمایاں قربانی کے ساتھ حصہ لیا ہے مگر ایسے لوگ بھی بہت ہیں

جنہوں نے اپنے معیار سے کم قربانیاں کی ہیں۔ پس وہ لوگ جنہوں نے ابھی تک نمایاں قربانی نہیں کی مَیں ان سب سے کہتا ہوں کہ سفر اب خاتمہ کے قریب ہے، منزل نظر آ رہی ہے، اگلا سال تحریک جدید کا آخری سال ہو گا۔ پس تمہیں کنارے پر پہنچ کر اپنا سارا زور لگا دینا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ اس تحریک کے ذریعہ اسلام اور سلسلہ کے مفاد کے لئے ایک ایسی مستقل بنیاد قائم کر دے جو آئندہ آنے والے دنوں میں اسلام اور شیطان کی جنگ میں ایک مفید اور بابرکت عنصر ثابت ہو۔ اسی غرض کے لئے آج مَیں خود چل کر آیا ہوں، باوجود اس کے کہ بیماری کی حالت میں نکلنا میرے لئے مشکل تھا اور باوجود اس کے کہ لکڑی کے سہارے بھی اگر چلنے کی کوشش کروں تو درد عود کر آتا ہے اور باوجود اس کے کہ کرسی پر بیٹھ کر اور لوگوں کے کندھوں پر سوار ہو کر آنا میری طبیعت کے خلاف ہے اور مجھے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی گھسٹتا ہوا آ رہا ہو۔ پھر بھی مَیں نے اپنے مزاج کے خلاف اور اپنی صحت کے خلاف یہ کام محض اس لئے کیا ہے تا کہ مَیں دوستوں کو توجہ دلا دوں کہ اب غفلت اور کوتاہی سے کام لینے کا وقت نہیں رہا۔ جس نے آج غفلت اور کوتاہی سے کام لیا اس کے لئے دوبارہ منزل کو پہنچنا اور ریل کو پکڑنا مشکل ہو گا۔ یاد رکھو! خدا تعالیٰ کے قرب کی طرف جانے والی ریل اب چلنے ہی والی ہے۔ آخری گھنٹیاں بج رہی ہیں۔ اس کے بعد جو رہ گیا وہ ہمیشہ کے لئے رہ گیا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نیکیوں کے مواقع ہمیشہ ملتے رہتے ہیں مگر نیکیوں کے مدارج میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ صحابہؓ کو دیکھ لو۔ رسول کریم ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے کی وجہ سے وہ صحابیت کا مقام حاصل کر گئے اور دنیا آج تک ان کی عزت کرنے پر مجبور ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ بعد میں بھی اگر کوئی شخص صحابہؓ کے مقام تک پہنچنا چاہے اور اس کے لئے صحیح جدوجہد کرے تو وہ اس مقام تک پہنچ سکتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد کروڑہا کروڑ لوگوں میں سے کتنے ہیں جنہیں صحابیت کا مقام حاصل ہوا۔ ہر زمانہ میں کروڑوں لوگ امتِ محمدیہ میں ہوئے مگر کسی زمانہ میں دو اور کسی زمانہ میں تین صحابہؓ کے مقام کو حاصل کر سکے اور باقی لوگوں میں سے کوئی شخص اس مقام تک نہ پہنچ سکا مگر رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں عبد اللہ بن ابی بن سلول جیسا منافق انسان بھی صحابی کہلاتا تھا۔ تو ایک زمانہ ایسا ہوتا ہے

جب خدا تعالیٰ کے قرب کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور انسان معمولی معمولی قربانیوں سے بڑے بڑے انعامات حاصل کر سکتا ہے۔ دیکھ لو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عبد اللہ بن ابیّ بن سلول صحابی تھا مگر بعد میں بڑے بڑے لوگ بھی صحابیت کا مقام حاصل نہیں کر سکے۔ کسی بہت بڑے مجاہدہ کرنے والے انسان نے صحابہؓ کے درجے کو پایا ہو تو اَور بات ہے مگر سوال یہ ہے کہ کتنے لوگ ہیں جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملے ہوں اور اس طرح انہیں آپ کی صحابیت کا شرف حاصل ہؤا ہو۔ ہاں اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے تم کو صحابی بننے کا موقع دے دیا کیونکہ تم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا اور مسیح موعود وہ شخص ہے جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں اور وہ ایک ہی ہیں۔ اس کا نام میرے نام کے مطابق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مطابق ہو گا۔[8] گویا ع

مَن تُو شدم تُو من شدی من تن شدم تُو جاں شدی

والا معاملہ ہو گا۔ تو سینکڑوں سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ مقام عطا فرمایا۔ آپ میں ایسے لوگ موجود ہیں جو صرف دو آنہ چندہ دیا کرتے ہیں مگر صحابی وہ بھی کہلاتے ہیں۔ اسی طرح آپ لوگوں میں وہ بھی ہیں جو پانچوں نمازیں مسجد میں پڑھ سکتے ہیں لیکن پڑھتے مسجد میں چار ہیں۔ خدا تعالیٰ کے حضور ایسے لوگ بے شک کمزور یا گنہگار سمجھے جائیں گے مگر جب وہ مر جائیں گے تو خدا کے حضور تو وہ کمزور مومنوں میں شمار ہوں گے لیکن دنیا میں ان کی اولادوں کو بڑے بڑے بادشاہ بُلا کر عزت و تعظیم کی جگہ پر بٹھائیں گے اور کہیں گے یہ فلاں صحابیؓ کی اولاد ہیں۔ صحابیت کے مقام کے لحاظ سے بے شک تمہارے اندر بعض کمزوریاں پائی جاتی ہیں مگر تم نے صحابی بن کر اپنی اولادوں کے لئے جائدادیں پیدا کر دی ہیں۔ بڑے بڑے بادشاہ آئیں گے اور وہ تمہاری اولادوں کی عزت کرنے پر مجبور ہوں گے۔ وہ کہیں گے یہ صحابی کی اولاد ہیں حالانکہ ممکن ہے وہ صحابی کہلانے والا منافق ہو یا کمزور اور خطاکار مومن ہو۔ چنانچہ دیکھ لو۔ خدا تعالیٰ نے عبد اللہ بن ابیّ بن سلول کو تو ظاہر کر دیا اور بتا دیا کہ وہ منافق ہے مگر اَور منافقوں کو ظاہر نہیں کیا حالانکہ بیسیوں منافق تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم تھا۔ حضرت حذیفہؓ ایک صحابی تھے۔ وہ ہمیشہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑ کر اصرار سے دریافت کیا

کرتے تھے کہ کون کون منافق ہے اور رسول کریم ﷺ انہیں بتا دیا کرتے تھے۔ صحابہؓ کہتے ہیں ہمیں معلوم نہیں تھا کہ کون کون منافق ہے مگر حذیفہؓ ہمیشہ رسول کریم ﷺ کے پیچھے پڑے رہتے تھے کہ یَا رَسُوْلَ اللہ مجھے منافقوں کے نام بتا دیجئے، ایسا نہ ہو کہ مَیں کسی منافق کے پیچھے نماز پڑھ بیٹھوں اور میری نماز خراب ہو جائے اور رسول کریم ﷺ ان کے اصرار کو دیکھ کر انہیں منافقوں کے نام بتا دیا کرتے تھے۔ صحابہؓ کہتے تھے چونکہ حذیفہؓ کو منافقوں کا علم تھا اس لئے ہم ہمیشہ تاڑتے رہتے تھے کہ حذیفہؓ کس کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ جس کا جنازہ موجود ہونے کے باوجود حضرت حذیفہؓ نہیں پڑھا کرتے تھے اس کا جنازہ ہم بھی نہیں پڑھتے تھے اور سمجھ جاتے تھے کہ وہ منافق تھا۔[9] اب دیکھو۔ ہمیں معلوم نہیں کہ کون کون منافق تھا۔ حضرت حذیفہؓ کو بے شک معلوم تھا مگر انہوں نے کسی کو بتایا نہیں۔ اب حدیثوں میں جب ان صحابہؓ کا نام آتا ہے تو ہم کیا کہتے ہیں۔ ہم یہی کہتے ہیں رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ اور نہ معلوم ہماری ان دعاؤں سے کتنے منافق بخشے جا چکے ہوں کیونکہ جب سارے مسلمان ان کا نام آنے پر رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو تو غالباً خدا تعالیٰ ان میں سے کئی کے قصوروں کو معاف کر چکا ہو گا مگر بہر حال باوجود اس کے کہ بعض لوگ منافق تھے اور رسول کریم ﷺ کو ان کا علم تھا۔ آج تک سارے مسلمان ان کا نام آنے پر رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ کہتے ہیں حالانکہ یہ بھی ممکن ہے کہ خدا نے اب تک انہیں نہ بخشا ہو۔ بہر حال صحابیت کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ان کی دنیا میں عزت قائم کر دی اور سینکڑوں سال تک ان کی اولادوں نے اپنے باپ دادا کی صحابیت کی وجہ سے شاہی درباروں میں بڑے بڑے انعامات حاصل کئے۔ ایک شخص آتا اور کہتا مَیں فلاں صحابی کا بیٹا ہوں۔ دوسرا شخص آتا اور کہتا مَیں فلاں صحابی کا بیٹا ہوں اور بادشاہ فوراً آواز دیتا کہ لانا اس کو میرے پاس اور جب وہ اس کے پاس لایا جاتا تو بادشاہ اسے بہت بڑا انعام دیتا۔ اس وجہ سے کہ وہ ایک صحابی کی اولاد میں سے ہے مگر خدا تعالیٰ کے فرشتے کہتے ہیں رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کہاں۔ وہ تو منافق اور مردود تھا۔ غرض تمہیں وہ چیز مفت میں حاصل ہو گئی ہے جو تمہارے لئے اور تمہاری اولادوں کے لئے بہت بڑی عزت اور خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔ اگر یہ نعمت تمہیں باطن میں بھی میسر آ گئی اور

ظاہر میں بھی تو تمہارے لئے دونوں جہانوں میں فائدہ ہے اور اگر یہ نعمت تم نے صرف ظاہر میں حاصل کی ہے باطن میں حاصل نہیں کی تو اس صورت میں بھی گو تم نے فائدہ نہیں اٹھایا مگر تمہاری اولادیں مجاوروں کی طرح اس سے فائدہ اٹھائیں گی۔

تحریک جدید بھی نیکی کے ایسے ہی عظیم الشان مواقع میں سے ایک بہت بڑا موقع ہے اور امید نہیں کہ آئندہ ایسی شان کے ساتھ ایسی آسان اور سہل تحریک جس میں کثرت سے لوگ شامل ہو سکیں پھر جماعت میں جاری ہو اور اگر آئندہ کوئی تحریک جاری کی گئی تو وہ ایسی سہل نہیں ہو گی بلکہ اسے سخت مشکل بنا دیا جائے گا اور اس میں تلخیاں کثرت سے پیدا کر دی جائیں گی تا کہ ان تلخیوں اور مشکلات کو اٹھا کر ہی بعد میں آنے والوں کو تمہارے برابر ثواب حاصل ہو سکے۔ بہرحال آج جس سہولت اور آسانی سے لوگ اس عظیم الشان تحریک میں حصہ لے کر اپنے رب کو راضی کر سکتے ہیں۔ اس سہولت اور آسانی سے وہ کسی اور تحریک میں شامل نہیں ہو سکیں گے۔ اب گاڑی چھوٹنے والی ہے۔ تم جلدی اس میں سوار ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ رہ جاؤ اور بعد میں اپنی غفلت اور محرومی پر پچھتاؤ۔ وہ لوگ جنہوں نے ابھی تک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا وہ اب بھی اس تحریک میں حصہ لے سکتے ہیں اور جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں وہ کچھ چندہ اس تحریک کے ختم ہونے کے بعد بھی ادا کر سکتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے اس تحریک میں حصہ تو لیا مگر اپنی طاقت سے کم حصہ لیا ہے مَیں ان کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی کمی کو پورا کر لیں اور اپنے چندے کی فہرست کو دیکھ کر گزشتہ سالوں کی کمی کو نمایاں اضافوں کے ساتھ پورا کریں۔ مجھے معلوم ہے کہ کئی لوگ ایسے ہیں جن کی صرف پچاس ساٹھ روپے تنخواہ ہے مگر انہوں نے اس تحریک میں ہر سال سو سو روپیہ چندہ دیا ہے اور کئی لوگ ایسے بھی ہیں جن کی دو سو روپیہ تنخواہ ہے مگر انہوں نے صرف دس یا بیس روپے چندہ دیا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے بھی وقت ہے کہ وہ اپنی کمی کو پورا کر لیں۔ یاد رکھو! چھلکا کام نہیں آ سکتا مغز کام آتا ہے۔ اسی طرح نام کام نہیں آ سکتا حقیقت کام آیا کرتی ہے۔ بے شک ایسے لوگوں نے ظاہری قواعد کو پورا کرتے ہوئے تحریک جدید میں اپنا نام لکھوا لیا ہے مگر ثواب ہم نے نہیں دینا بلکہ خدا نے دینا ہے اور خدا جانتا ہے کہ چندہ اپنی طاقت کے مطابق دیا گیا ہے یا

طاقت اور توفیق سے کم دیا گیا ہے۔ پس وہ لوگ جنہوں نے اس تحریک میں کم حصہ لیا ہے انہیں چاہیئے کہ وہ اب اپنی کمی کو پورا کر لیں تا کہ جب خدا تعالیٰ کے دین کے گھر کی بنیاد رکھی جائے اس وقت تمہارے لئے بھی ایک نیک خاندان کی بنیاد رکھ دی جائے اور اس دنیا اور آخرت میں تمہاری جڑیں ایسی مضبوطی سے قائم ہو جائیں جیسے ایک بہت بڑے شاندار اور پھل لانے والے درخت کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں۔" (الفضل 2 دسمبر 1942ء)

1: تذکرہ صفحہ 719۔ ایڈیشن چہارم

2: تذکرہ صفحہ 795 ایڈیشن چہارم

3: 1۔ کرنتھیوں باب 11 آیت 13، 14

4: ابو داؤد کتاب الصَّلٰوۃ بَاب اَلْعَمَلُ فِی الصَّلٰوۃ میں ایسی روایات حضرت امامہ بنت زینب کے متعلق ہیں۔

5: بائی: گانا گانے والی عورت

6: المائدۃ: 106

7: وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ (فاطر:13)

8: ابو داؤد کتاب المھدی۔ حدیث 4282

9: اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 422 حذیفہ بن الیمان۔ بیروت لبنان 2001ء میں حضرت عمرؓ کے حوالے سے ذکر ہے۔